کتاب نما

Muslim Resistance to the Tsar: Shamil and the Conquest of Chechnia and Daghestan (زار کے خلاف مسلم مزاحمت: شامل اور فتح شیشان و داغستان)، موشے گیمر۔ ناشر: فرینک کاس کمپنی، لندن۔ صفحات: ۴۵۲۔ قیمت: درج نہیں۔

امام شامل کون تھے؟ انھوں نے قفقازی مسلمانوں کی تاریخ میں کیا کارہاے نمایاں سرانجام دیے جن کی یادیں آج بھی اہل قفقاز کا لہو گرما دیتی ہیں؟ بلاشبہ ان کی شخصیت کے بارے میں چند کتب موجود ہیں لیکن ان سے، اس ہمہ گیر شخصیت کا پیکر نہیں ابھرتا جو زار شاہی روس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ جس سے عزم اور حوصلہ مندی کی سیکڑوں داستانیں وابستہ ہیں۔ موشے گیمر کی (زیر نظر) کتاب اپنے موضوع سے پورا پورا انصاف کرتی دکھائی دیتی ہے۔

امام شامل ۱۷۹۶ میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن میں--- کمزور اور لاغر تھے، (مگر پھر) نہ صرف ان کی صحت بہتر ہوئی بلکہ ان کا قد چھ فٹ سے زیادہ لمبا ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں حد درجہ مضبوط اور سینہ کشادہ ہو گیا--- وہ اپنے وقت کے بہترین تلوار زن اور گھڑسوار مشہور ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ شان دار کام لیا جس کے لیے ان کی ولادت مقصود تھی۔ وہ مسلسل ۲۵ سال تک زار روس کے خلاف انتہائی ناموافق حالات میں برسرپیکار رہے۔ ان کی ذات میں صوفی و مجاہد کا دلاویز امتزاج تھا جس کی وجہ سے وہ بیک وقت دلوں اور زمین پر حکمرانی کرتے تھے۔

لیکن اتنا عظیم الشان انسان آج تک تاریخ کے دبیز پردوں میں ملفوف رہا۔ یہاں تک کہ موشے گیمر (جو کہ یہودی نژاد ہیں) کی تحقیقی کاوشوں نے انھیں مسلمانان عالم سے پوری طرح روشناس کرا دیا۔ ۱۸۳۴ میں جب امام شامل، تیسرے امام منتخب ہوئے، عالم اسلام سیاسی طور پر زوال کا شکار تھا۔ ایک طرف عثمانیوں اور قاچاریوں نے روسیوں سے شکست تسلیم کر لی تھی اور دوسری طرف قفقاز میں روسیوں نے اقوشہ، ترغو، منچتولی اور خونذاخ پر قبضہ کر لیا تھا۔ تیسری طرف خود قفقاز کے آوار حکمران روسیوں سے معاہدے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

باوجودیکہ امام شامل اپنے عہد کی مقبول ترین شخصیت تھے مگر وہ اقتدار قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جب امامت انھیں پیش کی گئی تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حاضرین مجلس رونے لگے۔ وہ مسلمانان داغستان کی ضرورت تھے، اقتدار ان کی ضرورت نہ تھی اور یہی وہ بنیادی نکتہ تھا جس نے آگے چل کر ایک عظیم داستان حریت رقم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کے سامنے ترجیحات کی ایک مختصر فہرست تھی۔ شریعت کا نفاذ ان کی اولین ترجیح تھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس پر عمل میں ہی مسلمانوں کی قوت کا راز تھا۔

دوم: چونکہ داغستان کا علاقہ متعدد ولایتوں پر مشتمل تھا اس لیے یہ ضروری تھا کہ روس کے خلاف ایک موثر مزاحمتی قوت کی تعمیر و تشکیل سے قبل ان ولایتوں کو اتحاد کی لڑی میں پرو دیا جائے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان باہمی اختلافات کا شکار ہو کر اپنی قوت کمزور کر بیٹھیں۔ نہ ہی وہ روس کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنے زیر تسلط رقبے کو وسعت دے کر روسیوں کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ شروع میں انھوں نے دو طرفہ حکمت عملی اختیار کی۔ ایک طرف روسیوں کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف مسلمان حکمرانوں کو یہ تاثر دیا کہ روسی ان کی پشت پر ہیں۔ یہ اس لیے ضروری تھا کہ انھیں کمزور سمجھ کر کہیں قفقازی ولایتوں کے مسلمان حکمران ان پر حملہ نہ کر بیٹھیں اور اس طرح روسیوں کے خلاف اس مجوزہ عظیم اتحاد کو جو کہ امام شامل کے ذہن میں تھا، ابتدا ہی میں حادثے سے دوچار نہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مسلمان حکمرانوں کو شریعت کے نفاذ کے لیے متحرک کرنا شروع کیا، تاکہ عوام الناس کی اخلاقی حالت کو اسلام کے مطلوبہ معیار پر لایا جاسکے۔

یہ اسی جذبہ و سوز دروں کا اعجاز تھا کہ خود روسی یہ تسلیم کرتے تھے کہ امام شامل نے قفقازی مسلمانوں کا اخلاق بلند و برتر کر دیا تھا۔ چونکہ وہ صاحب شریعت تھے، ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کا ذاتی کردار کسی طور پر بھی باعث ملامت نہ بنے۔ انصاف ان کا طرہ امتیاز تھا اور ان کی اسلامی ریاست اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا عملی نمونہ تھی۔ یہاں تک کہ اقلیتیں بھی ان کے جذبہ ترحم سے فیض یاب ہوتی تھیں۔ اس معاملے میں وہ فی الواقع سچے کثرت پسند (pluralistic) تھے۔ عوام خواہ عیسائی ہوں یا یہودی، انھیں حق تھا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ ان کے ۲۵ سالہ دور حکمرانی میں ایک بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ انھوں نے کسی کو زبردستی مسلمان کیا ہو۔ حالانکہ ان کے پاس روسی قیدی بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جو بھاگ کر ان کی پناہ میں آ گئے تھے۔ وہ امیر المومنین تھے، عوام میں سے تھے اور عوام میں ہی رہتے تھے۔ لوگوں کی شکایات سننا اور ان شکایات کو رفع کرنا ان کی انتظامیہ کی اولین ترجیح تھی۔ وہ مقدمات کے فیصلے سرعت کے ساتھ کرتے تھے۔ عموماً موقعے پر ہی فیصلہ سنا دیا جاتا تھا۔ غلامی اور بیگار کے خلاف تھے۔

انسان کی عزت نفس کا خیال کرنے والے اور محتاجوں کے والی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ روس جیسی عظیم قوت کے مقابلے میں عوام کی تائید سے ۲۵ سال تک برسرپیکار رہے۔ وہ صلح جو انسان تھے لیکن روسیوں کے استعماری عزائم کی راہ میں سد سکندری بنے رہے۔ اس محاذ پر وہ کوئی کمزوری دکھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب کچھ چیچن باشندوں نے ان کی والدہ محترمہ کے ذریعے روس کی بالادستی قبول کرنے کے لیے کہا تو وہ تین روز کے لیے گوشہ نشین ہو گئے۔ یہ ۱۸۴۳ کا واقعہ ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو انھوں نے اعلان کیا کہ رسولؐ اللہ نے انھیں (خواب میں) حکم دیا ہے کہ جس نے روسیوں کے آگے سپر ڈالنے کے لیے سفارش کی ہے اسے ۱۰۰ درے مارے جائیں۔ چنانچہ سزا کی تعمیل کرائی گئی۔ پانچ دروں کے بعد جب ان کی والدہ محترمہ بے ہوش ہو گئیں تو امام شامل دونوں زانوؤں پر حالت دعا میں گر گئے اور بڑی دیر تک گریہ و زاری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انھیں حکم ملا کہ بقیہ سزا تم خود اٹھاؤ۔ چنانچہ ۹۵ درے اپنے جسم پر کھائے۔ اس کے بعد خوفزدہ چیچن حاضرین سے کہا کہ جاؤ اور اپنے لوگوں سے یہ واقعہ بیان کرو۔ ہمارے لیے روسیوں کے ہاتھوں شکست ناقابل قبول ہے۔

اتنا عظیم اور بے مثال شخص روسیوں کے خلاف کامیاب کیوں نہ ہوا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ امام اس ناکامی کے ذمہ دار قطعاً" نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ روسیوں کے خلاف خلافت عثمانیہ کی قوت و جلال، قاچاریوں کا کوہ شکن عزم اور قفقازی عوام کا حوصلہ اور جذبہ جہاد اتحاد ثلاثہ کی شکل میں محاذ پر آ جائے۔ پندرہ سال تک وہ انتظار کرتے رہے، اپنی التجائیں بھیجتے رہے، لیکن عثمانیوں اور قاچاریوں نے قفقاز کے بطل جلیل کو اکیلا چھوڑ دیا۔ امام شامل تقریباً دس ماہ تک اپنی فوجوں کے ساتھ ان کا انتظار کرتے رہے۔ پھر وہ شدلی کے مقام پر روسیوں پر قہر بن کر ٹوٹے اور وادی الاذان کو روند ڈالا۔ لیکن انھیں اب تاریخ کے جبر کا ادراک ہو چکا تھا۔ عثمانی روسیوں سے شکست کھا چکے تھے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنے مسکن کی طرف لوٹ گئے تھے۔ لوگوں نے معرکہ شدلی میں شامل کی افواج کی فتح کی خوشیاں منائیں، لیکن امام شامل غالباً اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔ لوگوں کے خوش چہرے دیکھ کر انھوں نے کہا: "یہ وہ خوشی ہے جس کے بعد آلام ہی آلام ہیں"۔

امام شامل روسیوں اور انگریزوں کی مخاصمت سے بھی باخبر تھے۔ چنانچہ انھوں نے برطانیہ سے بھی روسیوں کے خلاف مدد کے حصول کے لیے رابطہ قائم کیا۔ لیکن روسیوں کے ساتھ دشمنی کے باوجود مسلمانوں کے بارے میں انگریزوں کا طرز عمل منفی ہی تھا۔

روسی اب اس پوزیشن میں تھے کہ امام شامل کی قیادت میں برپا قفقازی مسلمانوں کی تحریک مزاحمت کو بالآخر ختم کر دیں۔ ۱۹؍ اگست ۱۸۵۹ تک وہ قفقاز کا تمام علاقہ اپنی تحویل میں لے چکے تھے۔ امام شامل نے

اپنے کنبے اور ۶۰۰ جانبازوں کے ساتھ غنیب کے پہاڑی سلسلے میں پڑاؤ ڈالا۔ ۵ اور ۶ ستمبر کی شب روسیوں نے رات کے اندھیرے میں حملہ کیا اور امام شامل کو جا لیا۔ روسیوں کی خواہش تھی کہ انھیں ہر حال میں زندہ پکڑا جائے اور اس کے لیے وہ پورے گاؤں کو تاراج کرنے کے لیے تیار تھے۔ آج زار روس کی خواہش کی تکمیل کا دن تھا۔ امام شامل گرفتار کر لیے گئے۔ انھیں پیٹرز برگ لے جایا گیا۔ جہاں سے ۱۸۶۸ میں کسی نہ کسی طرح وہ حج کے لیے چلے گئے اور ۱۸۷۱ میں اپنے آقا و مولا کی سرزمین مدینہ میں خاک نشین ہو گئے۔

چھبیس ابواب پر مشتمل موشے گیمر کی کتاب میں ۱۳۷ صفحات تو صرف حواشی کے لیے مختص ہیں۔ ان کے مراجع میں کثیر حصہ روسی مصادر پر مشتمل ہے۔ معلومات اتنی جامع ہیں کہ تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ گیمر نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ نقشبندی اسلامی تحریک کے کوئی متشدد رویے نہیں تھے، اور یہ روسی استعمار کے ردعمل کے طور پر سامنے آئی تھی۔

امام شامل کی انتظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے موشے گیمر لکھتا ہے کہ روسی اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ شامل کے ہسپتال اور طریقہ علاج اہل مغرب کے ہسپتالوں اور طریقہ علاج سے بدرجہا بہتر تھے۔ مسلمانوں کے اسباب شکست کا احاطہ کرتے ہوئے گیمر لکھتا ہے کہ روسیوں کے بے پناہ مالی وسائل، توپ خانہ اور ان کی طرف سے قفقاز میں قحط جیسے حالات پیدا کرنا مسلم تحریک مزاحمت کی ناکامی کا باعث بنے۔

قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ امام شامل کی تحریک مزاحمت کی ناکامی کے بعد قفقاز کے مسلمان تقریباً ڈیڑھ سو سال تک تاراج ہوتے رہے، اور سلامتی سے محروم رہے۔ چیچنیا کی حالیہ تاریخ شاید اسی تاریخ اغماض کی مظہر ہے۔ (مبصر: طارق جان۔ تلخیص: ادارہ، بہ شکریہ **وسطی ایشیا کے مسلمان**، اسلام آباد، مارچ، اپریل ۱۹۹۷)

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

، حافظ احمد یار مرحوم۔ ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔ صفحات: ۱۴۷۔ قیمت: ۴۵ روپے۔

یہ ایک جامع علمی مقالہ ہے جو اپنے موضوع پر انفرادیت کا حامل ہے۔ اسے کئی برس پہلے حافظ احمد یار مرحوم نے ایم اے کے تحقیقی مقالے کے طور پر تحریر کیا تھا۔ پنجاب یونی ورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے ۸ سو مقالوں میں سے، یہ مقالہ اشاعت کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ اس میں وراثت کے قرآنی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو وراثت نہیں مل سکتی۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات، احادیث اور سنی اور شیعہ فقہی مسلک کے حوالوں کی مدد سے مدلل بحث کی گئی ہے۔

مقالہ نگار نے یتیم پوتے کی وراثت کے حامیوں کے دلائل کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے کہ اس نظریے

کا تعلق قرآن پاک سے نہیں ہے۔ اس کا ماخذ ہندو مذہب ہے جس میں بیٹے اور پوتے وغیرہ صلبی اولاد کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر عقلی اور نقلی دلائل سے یتیم پوتے کی وراثت کو اسلام کے اصول وراثت کے ساتھ ناممکن العمل قرار دیتے ہوئے اس نظریے کے علم برداروں کی قلابازیوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ پھر تعاون کے محتاج یتیم پوتے یا پوتیوں کے مسئلے کا قرآن پاک کی روشنی میں شرعی حل بھی بیان کیا گیا ہے۔ یتامی کے ساتھ رحمت و شفقت اور وصیت کا اصول پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حکومت اور خاندان کی ذمہ داری ہے کہ ان کی کفالت کرے اور مورث کا حق ہے کہ اس کے بارے میں وصیت کرے۔ اس کا یہ حل نہیں ہے کہ اسلام کے نظام وراثت میں تبدیلی کر کے اسے بھی وارث بنا دیا جائے۔

ہمارے نزدیک یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع ہے۔ انداز فی الواقع علمی، فقہی اور تحقیقی ہے۔ ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب اس کی اشاعت پر خراج تحسین کا مستحق ہے۔ اس نوع کے مقالے اسی بات کی دلیل ہیں کہ اس ادارہ کے فضلا نے بڑے علمی کام سرانجام دیے ہیں۔ ادارے کو چاہیے کہ اس طرح کے دوسرے مقالے بھی جلد از جلد شائع کرے۔

اس مقالے سے علما، طلبا اور دینی جماعتیں خصوصی رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کتاب کو تمام ممبران اسمبلی تک بھی پہنچانا چاہیے تاکہ ان میں اسلام سے ارتداد والے قانون کو ختم کرانے کا احساس پیدا ہو۔ (مولانا عبدالمالک)

تجلیات سیرتؐ، حافظ محمد ثانی۔ ناشر: فضلی سنز لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی۔ صفحات: ۴۵۱۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کو ہر دور میں عیسائی، یہودی اور ہندو فضلا کے مبنی بر تعصب و جہالت اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن عصر حاضر میں یہ سلسلہ بوجوہ زیادہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ تاہم ایسے غیر مسلم فضلا کی تعداد بھی کم نہیں جو محض اسلام کی تعلیمات اور حضورؐ کی سیرت طیبہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یا کم از کم انھوں نے علمی سطح پر اعتراف حقیقت کو شعار بنایا اور اسلام کے بارے میں تعصب آمیز روش کو خیرباد کہہ دیا۔ اس وقت جبکہ مسلم دشمن طاقتیں ہمیں ذہنی طور پر شکست خوردہ بنانے اور ہمارے حوصلوں کو پست کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر پروپیگنڈے میں مصروف ہیں، ایسی کتابوں کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے جو نومسلموں کے تاثرات اور سلیم الطبع غیر مسلم فضلا کی اسلام اور حضورؐ کے بارے میں مثبت آرا و تاثرات کو موثر طریقے سے پیش کریں۔ زیر نظر کتاب میں اس ضرورت کو بطریق احسن پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے مذاہب عالم کے عالموں، غیر مسلم سیرت نگاروں اور مصنفوں کی نظم و نثر کا ایسا انتخاب پیش کیا ہے جس سے اسلام کی حقانیت اور حضورؐ کی سیرت پاک کی

عظمت کا اثبات ہوتا ہے۔ کتاب میں جن اہم موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے: دین اسلام کی حقانیت، صداقت اور مذاہب عالم پر فوقیت، اشاعت اسلام اور تلوار، اسلام اور تعدد ازواج، خاتم الانبیا اور تعدد ازواج، اسلام اور غلامی، جزیہ، عورت، اسلام اور مذاہب عالم: ایک تاریخی و تقابلی مطالعہ، غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانش وروں کی کتب سیرت اور مضامین سے اقتباسات، ہندو اور سکھ شعرا کا نعتیہ کلام۔

اگرچہ اس طرح کی چھوٹی بڑی متعدد کتابیں پہلے بھی منظرعام پر آ چکی ہیں لیکن زیر تبصرہ کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ متنوع موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مطالب میں حسن ترتیب کے علاوہ کتاب کا صوری حسن بھی لائق داد ہے۔ رنگین سرورق اور عمدہ رنگین کاغذ، نیز خوب صورت طباعت کی بنا پر کتاب اس قابل ہے کہ احباب کو تحفے میں دی جائے۔ تمام اقتباسات کے اصل ماخذ کے حوالے دیے جاتے اور اس سلسلے میں یکساں طریقہ اختیار کیا جاتا تو بہتر تھا۔ اسی طرح کتابیات میں ہر کتاب کے مکمل کوائف درج کیے جاتے تو ان لوگوں کو سہولت حاصل ہوتی جو اصل کتابیں دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

السنن الواردة فی الفتن وغوائلها والساعة واشراطها، امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقرئ الدانی۔

تحقیق: ڈاکٹر رضاء اللہ بن محمد ادریس مبارک پوری۔ ناشر: دار العاصمۃ، ریاض (سعودی عرب)۔

آثار قیامت سے آگاہی اور واقفیت کی ایک مسلمان کی زندگی میں الگ اہمیت ہے۔ ان کی یاد دہانی دلوں کو نرم کرتی ہے، خوف خدا کو انسانی اعمال پر طاری کرتی ہے اور وقتاً فوقتاً رونما ہونے والے یہ آثار رسالت محمدیؐ پر ایمان کو مزید پختہ کر کے اس کی حقانیت کو واضح کر دیتے ہیں۔

اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے آثار قیامت سے متعلق احادیث نبویؐ کو یکجا کرنے کا خصوصی اہتمام کیا۔ ان کتابوں میں سے ایک اہم کتاب امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقرئ الدانی ۴۴۴ھ کی **السنن الواردة فی الفتن وغوائلها والساعة واشراطها** ہے جو کہ ڈاکٹر رضاء اللہ بن محمد ادریس مبارک پوری کی تحقیق و تدوین کے بعد تین جلدوں میں منظرعام پر آئی ہے۔ اس کتاب کی چند اہم خصوصیات یہ ہیں:

اول: مصنف کا دور، ائمہ حدیث کے سنہرے دور سے قریب تر ہے۔ اس کتاب میں مصنف کی روایت کردہ ۷۲۵ روایات خود ان کی سند کے ساتھ ہیں، اس لیے ان اسانید کی علم حدیث میں بڑی اہمیت ہے۔

دوم: مصنف نے اس کتاب میں اپنی سند کے ساتھ بعض ایسی اہم کتابوں سے روایات شامل کی ہیں جن کا گم شدہ کتابوں میں شمار ہوتا ہے، مثلاً امام علی بن معبد کی کتاب: **الطاعة والعصیان**، امام آجری کی کتاب: **الفتن**

، امام ابو الحسن القابسی کی کتاب: المنبہ للمفطن من غوائل الفتن وغیرہ سوم: مصنف نے آثار قیامت سے متعلق روایات کو ۱۲ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ آثار قیامت پر اتنی تعداد میں ابواب مشکل ہی سے کسی دوسری کتاب میں ملیں گے۔ چہارم: محقق نے مختلف قلمی نسخوں سے موازنے اور احادیث کی تخریج میں خاص محنت کی ہے۔ کتاب کا مقدمہ بھی تحقیقی و معلوماتی ہے۔

مصنف کو اس تحقیقی مقالے پر ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی ہے۔ حدیث کی یہ اہم کتاب طباعت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس ضمن میں ناشر کی مساعی لائق تحسین ہیں۔ (عبدالمتین منیری)

عالم عرب پر مشنری یلغار، ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی و ڈاکٹر عمر فروخ، مترجم: محمد ظہیر الدین بھٹی۔ ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۳، ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔ صفحات: ۲۰۶۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

مسلمانوں کو جو بیرونی خطرات لاحق ہیں ان میں سے ایک عیسائی مبلغین کی یلغار ہے۔ عیسائیت کی موجودہ شکل کا، حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات سے بہت کم تعلق ہے۔ اس کے باوجود اس کے پیروکاروں اور مبلغوں نے اس کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ مسیحی مشن مغربی ممالک سے گہرے روابط رکھتے ہیں۔ ان سے بھاری مالی اعانت اور غیر معمولی سیاسی حمایت حاصل کرتے ہیں۔ صرف امریکہ میں دو سو سے زائد ادارے ہیں جو مسیحی مبلغین کو برآمد کرتے ہیں۔ ان اداروں اور تنظیموں کو عیسائی ہی نہیں یہودی اور سیکولر ذہن کے امریکی بھی مالی مدد دیتے ہیں۔ صرف ۱۹۵۵ میں ان کو ۸۶ کروڑ روپے کی مالی امداد حاصل ہوئی۔ یہ مشنریاں تعلیمی پروگراموں کے علاوہ صحت اور دیگر فلاحی منصوبوں کی آڑ میں لوگوں میں اثر و نفوذ پیدا کرتی ہیں اور انھیں مغربی تہذیب کا دلدادہ بنانے اور مغربی استبداد و استعمار کا خادم بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں افریقہ اور ایشیا میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں کا مطالعہ چشم کشا ثابت ہو سکتا ہے۔ خصوصاً برعظیم اپنے مخصوص حالات کی بنا پر عیسائیت کے لیے لقمہ تر ثابت ہوا ہے۔ انگریزی عہد میں مشنریوں کو جو اثر و رسوخ حاصل ہوا، اس میں آزادی کے بعد بھی کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ قیام پاکستان کے بعد تو حکمرانوں اور عوام کی غفلت اور بیرونی تائید و اعانت کی بدولت عیسائیت کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔ اقلیتوں کے ساتھ رواداری اسلامی معاشرے اور ریاست کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ جتنی آزادی سے پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے، اتنی آزادی سے شاید بھارت میں بھی نہیں ہوتی ہو گی۔ اس سلسلے میں عیسائی، مشن سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور خط و کتابت کے ذریعے تدریس انجیل کے کورسوں کے علاوہ انسانی مجبوریوں سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور شب و روز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اب کیفیت یہ ہے کہ اگر کسی عیسائی کو توہین رسالتؐ کے جرم میں ماخوذ کیا جائے تو یورپی ممالک اور

میڈیا اس کی حمایت میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ عوام و خواص کو عیسائی مبلغ اداروں کے اصل عزائم سے آگاہ کیا جائے۔

پاکستان کے بعض اہل علم اور علمی اداروں نے عیسائیت کی حقیقت اور عیسائی مشنوں کے اثرات کے مطالعے کی کوشش کی ہے لیکن یہ مطالعہ ناکافی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کا موضوع اگرچہ "عالم عرب پر مشنری یلغار" ہے لیکن اس کی روشنی میں ہم پاکستان میں بھی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں اور ان کے اثرات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مشنریوں کے حقیقی اغراض و مقاصد، علاج معالجہ، تعلیم، مشنری کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے ذریعے عرب معاشرے میں نفوذ، مسلمانوں کو باہم لڑانے کے لیے منصوبہ سازی، مسلمان ملکوں میں بے جا مداخلت، قوم پرست خصوصاً علیحدگی پسند تحریکوں کی سرپرستی، معاشرتی خدمت کی آڑ میں مسلمان معاشرے اور اسلامی ثقافت کی تباہی کے عزائم، تبلیغ میں نسوانی عنصر کے ذریعے نوجوانوں میں بے راہ روی پیدا کرنے کے منصوبوں کی مثالوں سے نشان دہی کی گئی ہے۔ کتاب میں جو بات کہی گئی ہے، مستند حوالے سے کہی گئی ہے اور آخر میں مراجع کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔ جناب ظہیر الدین بھٹی نے مطالب کتاب کو عربی سے نہایت خوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ (ر - ب - ش)

ہمدرد صحت اور نونہال نمبر، ادارۂ ہمدرد، ناظم آباد کراچی۔ صفحات: ۱۱۲، اور ۲۷۲۔ قیمت: ۳۰ روپے اور ۲۵ روپے۔

جناب حکیم محمد سعید اور ان کے خصوصی معاون و رفیق کار جناب مسعود احمد برکاتی کی کاوشوں کا یہ پہلو قابل ستائش ہے کہ وہ اپنی نوعیت کے دو بلند پایہ اور معیاری رسالے شائع کر رہے ہیں۔ ایک "حفظ صحت اور سماجی بہبود" کا اور دوسرا "نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و موت" کا ترجمان ـــــ اگست میں اول الذکر کا "صحت نونہال نمبر" آیا ہے جو بچوں کی پیدائش، پرورش اور صحت سے متعلق عام فہم زبان میں معلوماتی مضامین پر مشتمل ہے۔ دوم: "نونہال" کا خصوصی نمبر (جس کے ساتھ ایک حسین کتاب کا تحفہ بھی ہے) حسب معمول دلچسپ، بامقصد اور تفریحی و معلوماتی مضامین، کہانیوں، واقعات، اقتباسات وغیرہ کا ایک عمدہ مجموعہ ہے ـــــ یہ دونوں ہیں تو رسائل کے خاص نمبر مگر اپنی نوعیت میں مستقل کتابوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ کتابت طباعت معیاری اور حسب ضرورت تصاویر سے مزین۔ (ادارہ)